ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

اردو روزنامچہ: فکری مباحث

URDU DAILY: INTELLECTUAL DEBATES

1. **Dr. Uzma Noreen,** Lecturer G.C Women University Sialkot
2. **Dr. Kifayat ullah*,** Assistant Professor Urdu Department, Qurtuba University Peshawar (kifayatchd@gmail.com)
3. **Dr. Subhanullah,** Assistant Professor Urdu Department, Northern University Nowshera

Abstract

Writing down daily experiences and observations in a copy is called a "Roznamcha" in urdu. A "Roznamcha" also contains historical entries and daily impressions are written in it. This is a type of autobiography, the only difference being the date. It is also called a biography. A diary is an excellent material for compiling an autobiography.

A diary or diary has generally been used to write down thoughts, ideas, and matters in a chronological manner. But it has also been easily adapted to other formats, especially in writing fictional or anecdotal writings. If there is no continuity in a diary, it would not be possible to blend into events like water.

The tradition of writing diaries in Urdu is one and a half centuries old. Most Urdu writers have been recording important events of their lives before their autobiographies. Later, they started giving it the form of autobiographies. In this way, they gradually laid the foundation of this diary. For example, in the present era, Syed Zamir Jafri has written regular diaries. In this article, we will review the intellectual topics of the daily diaries.

Key Words: "Roznamcha", Diary, experiences, observations, autobiography, Syed Zamir Jafri.

ادب کی دیگر اصناف کی طرح روزنامچہ ایک ایسی صنف ہے جس کی تعداد کم ہے۔وجہ یہ ہے کہ اس کی تاریخ ڈیڑھ سو سال پر محیط ہے۔البتہ یہ ہے کہ روزنامچہ ادیبوں کی ذات اور عہد کو سامنے لاتا ہے۔اس میں ادیب اپنے روز وشب، معاشرہ، زمانہ، تہذیب وتاریخ، تمدنی حوادث، آفات اور سانحات کا احاطہ کرتا ہے۔وراث سرہندی کے مطابق روزنامچہ کی تعریف یوں ہے:

> "وہ کتاب جس میں ہر روز حال لکھا جائے۔وہ بھی جس میں روزانہ کا حساب درج ہو۔پولیس کا رجسٹر، جس میں جرائم، مقدمات اور پولیس کی دیگر کاروائیاں وقت اور تحریر کی جاتی ہیں۔"(۱)

بہر حال مختلف جگہوں پر اس کے مختلف مفاہیم بیان کیے گئے ہیں۔جو تھوڑی بہت تبدیلیوں کے ساتھ ایک جیسے ہی ہیں۔اس کے لیے Day Book اور Diary جیسے الفاظ استعمال کیے گیے ہیں۔

الغرض روزنامہ دو طریقوں سے درج ہوتا ہے۔جیسے ایک تو یہ کہ ہر دن کا ذکر ہو خواہ اس دن کوئی واقعہ واقع ہوا ہو یا نہیں۔ایسا ہوتا بھی ہے کہ بعض افراد روزنامچے لکھتے بھی ہیں۔روزنامچہ کا دوسرا مرحلہ یہ ہوتا ہے کہ صرف زندگی کے اہم واقعات ہی بیان کیے جاتے ہیں۔بعض اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ روزنامچہ سے کسی دور کی علمی، ادبی، سیاسی اور ثقافتی سرگرمیوں پر روشنی پڑتی ہے۔اس طرح یہ بھی ہوتا ہے کہ کبھی کبھار جنگوں اور سفر ناموں کے احوال بھی روزنامچوں کی شکل میں لکھتے ہیں۔روزنامچہ کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس میں سچائی، بے ساختگی اور قلم میں روانی ہو۔روزانہ حالات کا مشاہدہ کرنے کی قوت بھی ہو۔

اب ہم ان موضوعات پر آتے ہیں جو روزنامچہ کے ارتقا پر روشنی ڈالتے ہیں۔ڈاکٹر عطش درانی لکھتے ہیں:

> "اردو میں خواجہ حسن نظامی کے روزنامچے کے بعد قاضی عبدالغفار "مجنوں کی ڈائری" قابل ذکر ہے۔ڈاکٹر کرنل الٰہی بخش کی ڈائری "قائدِ اعظم کے آخری لمحات" غیر معمولی تاریخ اہمیت کی حامل ہے۔صحافتی ڈائری

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

میں مشن کی ڈائری، احسان بی۔اے کی "میری ڈائری" انتظار حسین کا "لاہور نامہ" رفیق ڈوگر کی "دید سفید" اور عطاء الحق قاسمی کی "روزن دیوار" قابل ذکر ہیں۔"(۲)

ڈائری سے مصنف کے مشاغل، کام کاج، عبادات، ملاقاتوں کا پتا چلتا ہے۔اس طرح اس میں مصنف کی تحلیل نفسی بھی ہوتی ہے۔ وہ اپنے خواب و خیال، سوچ اور نظریے کے سہارے لکھتا ہے۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے کہ اردو ادب میں روزنامچہ نگاری کی روایت زیادہ قدیم نہیں ہے۔اس لیے اس حوالے سے سب سے پہلی باقاعدہ ڈائری صاحبِ اسلوب مزاح نگار اور شاعر سید ضمیر جعفری نے لکھی۔انھوں نے اس کو اپنی طبیعت کی سستی، کام کی استقامت اور ڈائری تحریر کرنے کی وجہ بتاتے ہوئے لکھتے ہیں:

"میں ستمبر ۱۹۴۳ء سے قریباً روزانہ ڈائری لکھ رہا ہوں۔ کوشش یہی ہوتی ہے کہ شب کو ڈائری لکھ کر ہی بستر پر آ جاؤں۔ خواہ ایک سطر ہی لکھوں، کوئی رت جگا آڑے آئے تو اگلی صبح پہلا کام بھی یہی کرتا ہوں۔ مجھے معلوم نہیں کہ میرے دماغ میں یہ کیڑا کیوں پیدا ہوا اور میں حیران ہوں کہ مجھ جیسا "چست" شخص عرصہ گزشتہ چالیس برس ہے۔اس "کیڑے" کی پرورش کیسے کرتا رہا۔اتنی استقامت کا مظاہرہ میں نے ذاتی زندگی کے کسی معاملے میں شاید ہی کیا ہو۔"(۳)

روزنامچہ یا ڈائری کا تعلق واقعاتی ادب سے ہوتا ہے۔اس میں اصل کردار مصنف کی ذات ہوتی ہے۔روزنامچے کی سب سے اہم خوبی اس کا دیانت دارانہ طرزِ عمل ہوتا ہے۔ ساتھ ساتھ اس میں اظہارِ حقیقت، اختصار، دلچسپی اور برجستگی اہم ہیں جس کی غیر موجودگی سے روزنامچہ پر اثر نہیں ہو سکتا۔اس طرح اس میں واحد متکلم کا صیغہ استعمال ہوتا ہے۔اس میں آپ بیتی جیسا انداز ہوتا ہے۔اس حوالے سے ابوذر عثمانی لکھتے ہیں:

"ڈائری کی خوبی یہ ہے کہ اس میں واقعات و حقائق کے بیان میں کسی ملمع کاری کا دخل نہیں ہوتا بلکہ ان کی حتی الامکان، صحیح اور سچی عکاسی کی جاتی ہے۔"(۴)

اب ہم روزنامچے کے فکری رویے بیان کرتے ہیں کہ جن کے بغیر روزنامچہ کا وجود ادھورا ہے۔

ا)۔ اظہارِ ذات:

کوئی بھی روزنامچہ اس کے لکھنے والے کی ذات کے اظہار کے بغیر ادھورا ہوتا ہے۔اس کی شخصیت کے احساسات و جذبات لطیف اظہاریہ پیرایہ میں ظاہر ہوتی ہے۔ذاتی معلومات نے تکلف اور سادہ انداز میں درج ہوں تو مستند ڈائری ترتیب دی جا سکتی ہے۔البتہ یہ ہے کہ ان واقعات کو درج کرتے ہوئے حرارت رندانہ کی ضرورت ہوتی ہے کہ بعض واقعات اس کی شخصیت کے کئی ناپسندیدہ زاویے سامنے لاتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ واقعات اور حالات ایک نہج پر نہیں رہتے۔ اگر افسردہ کرنے والے واقعات کو بیان کر دیا ہے تو اس سے اس کی شخصیت پر مختلف طرح کا اثر پڑتا ہے جیسے کمال برداشت سے چھپانا پڑتا ہے۔

روزنامچہ لکھنے والی شخصیت اپنی ذات سے مخاطب ہوتی ہے اور اپنے آپ پر کیے گئے سوالات کے جوابات دیتی ہے۔اس طرح اس کی ذات کی اہم خوبی یہ ہے کہ وہ چھوٹے چھوٹے واقعات کو ترتیب سے لکھ دینا جانتا ہو۔اسے زورِ بیان پر مہارت حاصل ہو۔اس کے پاس لفاظ کے حوالے سے مصنف کی اپنی ذاتی حیثیت کی عکاسی کے حوالے سے کوئی مسئلہ نہ ہو۔اس حوالے سے ایک اقتباس پیش خدمت ہے:

"روزنامچہ بنیادی طور پر نجی دستاویز کا درجہ رکھتا ہے اور اپنے عہد سے زیادہ لکھنے والے سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔یعنی کسی روزنامچے میں اس کے عہد سے زیادہ اس کے مصنف کی ذات کی جھلک دیکھا دیتی ہے۔ چنانچہ کہا جا سکتا ہے کہ روزنامچہ جہاں اپنے عہد کے مطالعے کے لیے مفید ہے وہاں اپنے لکھنے والی کی شخصیت، ذات

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

اور سوانح کے لیے بھی مفید تر ہے اور روزنامچہ نگاری کی ذات تک رسائی کے لیے آپ بیتی سے بڑھ کر ہے۔"(۵)

یہی وجہ ہے کہ روزنامچہ انکشاف ذات کا اہم ذریعہ ثابت ہوتا ہے۔اسی حوالے سے ایک روزنامچہ نگار بیگم مشکور حسین یاد اپنے شوہر کے حوالے سے لکھتی ہیں:

"میں نے یہ ذکر آج کی ڈائری میں اس لیے کر دیا ہے کہ حضرت کی شخصیت پر کچھ روشنی پڑ سکے کہ بظاہر یہ بہت ہنس مکھ اور دنیادار قسم کے شخص ہیں لیکن اندر سے دیکھ لیجیے "کس طرح کے آدمی ہیں۔"(۶)

اس سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ ڈائری لکھتے ہوئے شخصیت اپنے اندرونی احساسات کو بھی تحریر کا حصہ بنائے نہ کہ وہ دنیاداری میں کچھ ہو اور اندرونِ خانہ کچھ اور۔ اس لیے ضروری ہے کہ چوں کہ روزنامچہ میں شخصیت کا مطالعہ قاری کے زیرِ نظر ہوتا ہے۔اس لیے اس کی اندرونی اور بیرونی دونوں قسم کی شخصیت مد نظر ہوتی ہے۔ مثلاً مصنف کس قسم کی شخصیت رکھتا ہے؟ کہاں کا رہائشی ہے؟ کن لوگوں سے متاثر ہوا ہے؟ کس طرح کے گھریلو حالات رکھتا ہے؟ کوئی جسمانی بیماری ہے؟ مالی حالات کیسے ہیں؟ گھر والوں، والدین اور بچوں کے ساتھ تعلقات کیسے تھے؟ ان چیزوں کا مطالعہ بھی روزنامچے کے ذیل میں آتا ہے۔اس طرح بعض نقادوں نے اسے خود کلامی سے بھی تعبیر کیا ہے۔اس کے ذریعے سے انسان خود سے باتیں کرتا ہو پوری دنیا کو آگاہ کرتا چلا جاتا ہے اظہارِ جذبات و اظہارِ افکار کرتا چلا جاتا ہے۔اس طرح اس میں وہ واقعات احاطۂ تحریر میں لائے جاتے ہیں جو اس بات کے متقاضی ہوتے ہیں کہ ان کا اظہار کیا جائے۔یہی وجہ ہے کہ ایک اچھا روزنامچہ اظہارِ ذات کا بہترین ذریعہ بن جاتا ہے۔

۲)۔ عصری شعور:

ادب زندگی کا عکاس ہوتا ہے۔زندگی میں پیش آنے والے واقعات کا اس سے گہرا تعلق ہوتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ روزنامچہ تو ہے ہی عصری شعور کا حامل۔اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں وہی کچھ لکھا جاتا ہے جو آج ہو رہا ہے۔وہی کچھ روزنامچہ کا موضوع بنتا جا رہا ہے۔ہر روز ہم اپنے عصر کا تہذیبی و ثقافتی رنگ و آہنگ پیش کرتا ہے۔اور اپنے عہد کے عروج و زوال کی داستانیں پیش کرتا ہے۔اس حوالے سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

"ادیب معاشرے کا سب سے ذمہ دار شخص ہوتا ہے۔کوئی محسوس کرے یا نہ کرے لیکن ادیب ہر لمحہ کو، ہر واقعہ کو صحیح پس منظر میں سب سے پہلے سمجھ لینے کی صلاحیت اور قوت رکھتا ہے۔اور پھر اُسے دوسروں تک پہنچانا اور روشنی دکھانا اُس کا فرض بن جاتا ہے۔"(۷)

سامنے جو کچھ ہو رہا ہے۔جس طرح ہو رہا ہے۔اس کے پیچھے جو بھی عوامل ہیں۔یہ جس وجہ سے بھی ہو رہا ہے اور اس کی وجہ جو بھی ہے۔یہ سوالات اگرچہ ایک عام آدمی سمجھ لینے سے قاصر ہو سکتا ہے مگر ادیب کو پتا ہوتا ہے کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے۔وہ اس کے پیچھے کارفرما عوامل سے باخبر ہوتا ہے۔اُسے اپنے روزنامچے میں ان تمام عوامل کو برتنا اور اس سے عہدہ برآ ہونا آتا ہے۔اس کے پاس سماجی، سیاسی، اقتصادی، ادبی اور ذاتی پہلوؤں سے مکمل آگاہی ہوتی ہے۔وہ معاشرتی رسوم و رواج، پابندیاں، آزادیاں، مسائل، سیاست، اقتصادیات اور سماجی رابطوں کا احوال مصنف کے علم میں ہوتا ہے۔اس کی تصویر کشی وہ اپنے روزنامچے میں بلاکم و کاست بیان کرتا ہے۔اور اپنے خیالات اگلی نسلوں تک پہنچانے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔عصری شعور کے مباحث کے حوالے سے ڈاکٹر سلیم اختر لکھتے ہیں:

"میرے لیے بصری آگاہی کا سب سے بڑا ذریعہ ادب ہے۔خواہ وہ نثر ہو یا شعر میں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔اصل بات یہ ہے کہ لفظ ایک نسل کے تجربہ کو دوسری نسل تک منتقل کرنے کا پل بنتا ہے۔"(۸)

یہی حال روزنامچہ نگاری کا بھی ہے کہ یہی اصل میں ادب کی ایک ایسی شاخ ہے جو عصری میلانات کو ادبی چاشنی کے وسیلے سے نسلِ نو کی آبیاری کرتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ معاشرتی اقوال کی مکمل اور صحیح عکاسی کا روزنامچے ایک بہترین ذریعہ ہیں۔خالد جامعی کے مطابق:

"روزنامچے میں ہم کسی بھی عہد کی روزانہ زندگی کے معمولات، اس میں برپا تغیرات کی جھلک صدیوں بعد بھی دیکھ سکتے ہیں۔روزنامچوں کے ذریعے صدیوں پہلے گزرے ہوئے زمانے کی معمولی باتیں، جزئیات کی

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

تفصیل، نہایت باریک بینی سے معلوم کر سکتے ہیں۔ علم بشریات اور عمرانیات و سماجیات کے ماہرین کے لیے ان روزنامچوں کے بغیر کا عملی تجزیہ ممکن نہیں۔"(۹)

یہی وجہ ہے کہ روزنامچہ اپنے عہد کی تاریخ مرتب کرتے ہوئے اپنے عصری شعور کی آگہی کی تصویر کشی کرتا ہے۔اس کے دل و دماغ پر اثر ڈالنے والے طرزِ احساس سے اُس کے روزنامچے میں آگاہی ہو جاتی ہے۔ وہ ان حقائق کو رقم کرتا چلا جاتا ہے اور اس طرح ان حقائق کا عینی شاہد بھی خود ہی ہوتا ہے۔ اپنے ماحول سے اثر لیتے ہوئے اس کے معاشرتی اونچ نیچ، سماجی رسومات، سیاسی حالات اور ان کو اقتصادیات سے ٹچ کرتے ہوئے لکھتا چلا جاتا ہے۔ اگر ہم مشاہدہ کریں تو یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ آپ بیتی بھی روزنامچہ نگاری کے قریب قریب کی ایک صنف ہے۔ وجہ یہ ہے کہ آپ بیتی میں بھی مصنف کے ذاتی حالات اور خیالات کا بہتا دریا اپنے جوبن پر ہوتا ہے اور روزنامچہ نگاری میں بھی یہی کچھ ہوتا ہے۔ آپ بیتیوں میں خود صاحبِ قلم اپنے عہد کی لفظی تصویریں پیش کرتے ہوئے خود پر گزرنے والے واقعات سے خوشہ چینی کرتا ہے۔ یعنی ذاتی حالات اور اپنے عہد کی صحیح اور سچی تصویریں پیش کرتا ہے۔ مثلاً جب ہم غالب کے خطوط کو دیکھتے ہیں تو اسی سے ہمارے محققین نے اُن کی سوانح عمری مرتب کر کے پیش کی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے خاندانی پس منظر، پیدائش، والدین، بہن بھائیوں، اپنی پیشہ وارانہ زندگی، پنشن، ازدواجی زندگی، رشتہ داروں، اولاد غرض ہر چیز کے بارے میں مکمل معلومات دیتے ہیں۔ اسی طرح ممتاز مفتی کی آپ بیتی "علی پور کا ایلی" کا مطالعہ کریں، تو جیسا کہ پہلے ہی سے علم ہے کہ ممتاز مفتی نے اپنی یہ آپ بیتی ناول کی شکل میں لکھی۔ اس میں بھی ان کے جملہ حالات ان کے عہد کے پس منظر کو ساتھ لے کر چلتے ہیں۔ جیسے کہ تقسیمِ ہند سے پہلے کے حالات و حوادث اور پھر تقسیمِ ہند کا واقعہ اور پاکستان میں اُن کے دوست احباب (الکھ نگری) سے بھی ہمیں آگاہی ملتی ہے۔ اسی طرح دیگر آپ بیتیوں میں بھی یہی حالات ہیں جو روزنامچے کے قریب قریب پہنچ جاتے ہیں۔ جن سے ہم اس وقت کے انتظامی، سیاسی، تمدنی، ثقافتی اور معاشرتی حقائق سے آگاہی حاصل کر لیتے ہیں۔ ان حوادث کو درج کرتے ہوئے آپ بیتی کے اندر یہ ساری خوبیاں شامل کرتے ہوئے انھیں دلچسپ بنانے میں اپنا اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ مثلاً سر سید احمد خان کا روزنامچہ "مسافرانِ لندن" نواب کریم خان کا "سیاحت نامہ"، مولانا جعفر تھانیسری کا "کالا پانی" اگرچہ آپ بیتی، سفر نامے اور روزنامچوں تینوں کا تاثر پیش کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ روزنامچے اور آپ بیتیاں ایک دوسرے کے قریب قریب کی اصناف ہیں۔

۳)۔ اجتماعی طرزِ احساس (تہذیبی و ثقافتی رویے):

روزنامچوں میں اپنے عصر کے حوالے سے ایک اجتماعی اور تہذیبی طرزِ احساس پایا جاتا ہے۔ اس میں اپنے زمانہ کے حالات سے آگاہی اور احساس ملتا ہے۔ اس طرزِ احساس کو وہ اپنی تحریروں کے ذریعے سے زندہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کے جذبات مثبت یا منفی بھی ہو سکتے ہیں اور ان کے نتائج بھی اس کی تحریروں میں اُسی طرح سے اپنا رنگ دکھاتے ہیں۔ اس حوالے سے یہ اقتباس قابلِ توجہ ہے:

> "روزنامچوں یں ادیب جہاں اپنے عہد اور اپنی ذات کا تذکرہ کرتا ہے وہ اپنے ارد گرد موجود لوگوں کا بھی ذکر کرتا ہے۔ وہ دن بھر جن لوگوں سے ملتا ہے ان کی عادات و خصائل کے ساتھ ساتھ ان کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار بھی روزنامچے میں تحریر کرتا ہے۔ کون سا شخص اچھا لگا، کون سا برا، کس میں کون سی خوبی ہے اور کس فرد میں کیا خامی ہے؟ روزنامچہ نگار ان باتوں کا ذکر پوری سچائی کے ساتھ روزنامچے سے لکھتا چلا جاتا ہے۔ کیوں کہ یہ روزنامچہ وہ چھپنے کی نیت سے نہیں لکھتا۔ اسے اس بات کا اندیشہ نہیں ہوتا کہ کل اس کی تحریر منظر عام پر آجائے گی تو اُسے برا بھلا کہا جائے گا۔ چنانچہ وہ جو لکھتا ہے اپنے دل کی آواز پر بلا کم و کاست لکھتا چلا جاتا ہے۔"(۱۰)

اس سے اندازہ ہو رہا ہے کہ روزنامچہ نگار اپنے جذبات و احساسات کے نتائج کا بھی تجزیہ کرتا ہے اور اس طرح اپنی ذات کا پرتو اپنے روزنامچے میں تحریر کرتا ہے۔ اس حوالے سے سید ضمیر جعفری اپنے روزنامچے "مسافر شہر نو" میں لکھتے ہیں:

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

"پاکستان میں مشہور مزاح نگار ظریف چپل پوری کا کل کراچی میں انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ظریف کی وفات کی خبر سے مجھے صدمہ پہنچا ہے۔ ظریف ایک ہنس مکھ، خلیق اور نہایت باوضع شخص تھے۔ کراچی میں اظہر صاحب کے ہاں اور ادبی مجلسوں میں اُن سے اکثر ملاقاتیں ہوتی رہتی تھیں۔ ہمیشہ تپاک و گرم جوشی سے ملتے۔ پر وقت مسکراہٹ اُن کے چہرے پر کھلی رہتی اور شگفتگی کے پھول ان کے ہونٹوں سے برستے رہتے۔ گو میں اُن کی مزح کی ادبی لطافت کا زیادہ قائل نہ تھا مگر اس میں کوئی شائبہ نہیں کہ وہ مشاعروں کے ہر دل عزیز شاعر تھے اور ان کے مداحوں کا حلقہ بے حد وسیع تھا۔ ظریف کی موت سے شعر وادب کی مجلسی زندگی میں ایسا خلا پیدا ہو گیا ہے جو آسانی سے پورا نہیں ہو سکتا۔"(۱۱)

اس سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ ضمیر جعفری نے اپنے اس روزنامچے میں ایک مزاحیہ شاعر کے بارے میں معلومات دے کر ان کے بارے میں اپنی رائے کا بھی بلا کم وکاست اظہار بھی کر دیا ہے۔ اس طرح اپنی رائے محفوظ کرالی ہے۔ جب ہم روزنامچوں کی روایت پر نظر ڈالتے ہیں تو کئی سفر نامے روزنامچوں کی شکل میں لکھے گئے ہیں جیسے خواجہ حسن نظامی کا "سفرِ پاکستان"، فضل حق شیدا کا "نیا چین" مولانا وحید الدین کا "غیر ملکی اسفار"، مختار مسعود کا "سفر نصیب"، حکیم محمد سعید کے چین، عمان، فن لینڈ اور لندن کے سفر نامے وغیرہ۔ یہ ساری کتب اگرچہ سفر ناموں کی شکل میں مرتب کی گئی ہیں مگر ابتدائی طور پر روزنامچوں کی شکل میں تھی۔ بعض روپوزتاژ بھی روزنامچوں کی صورت میں لکھے گئے اور بعد میں انھیں رپوزتاژ کی صورت دی گئی۔ جیسے "دلی کی بینا" از شاہد احمد دہلی، "لبیک" از ممتاز مفتی، "سفر نامہ حجاز" از غلام رسول مہر، اور "غبار خاطر" از ابوالکلام آزاد۔

کچھ آپ بیتیاں بھی ایسی ہیں جیسے "اعمال نامہ" از رضا علی، "مٹی کا دیا" میرزا ادیب۔ بعض ناول بھی اسی انداز میں لکھے گئے۔ جیسے "مجنوں کی ڈائری" از قاضی عبدالغفار، "۲۳ دن" ظفر محمود اور عمیرہ احمد کا "زندگی گلزار ہے"۔ چند ترجمہ شدہ روزنامچوں میں "تزک بابری"، "تزکِ جہانگیری"، "سفر نامہ حجاز" اور "دستنبو" بھی شامل ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ وارث سرہندی، علمی اردو لغت، علمی کتب خانہ، لاہور، ۲۰۰۱ء، ص ۱۱۵
۲۔ ڈاکٹر عطش درانی، اردو اصناف کی مختصر تاریخ، فکشن ہاوس لاہور، 1999ء، ص 150
۳۔ سید ضمیر جعفری، ضمیر حاضر ضمیر غائب، جنگ پبلی کیشنز راولپنڈی، 2008ء، ص 47
۴۔ ابوذر عثمانی، اسالیبِ نثر، ص 182
۵۔ فرزانہ کوثر ملک، اردو کے منتخب روزنامچے، تحقیقی و تنقیدی مطالعہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد، 2016ء، ص 9
۶۔ بیگم مشکور حسین یاد، بیگم کیڈائری، ص 230
۷۔ ابوذر عثمانی، ادب کیا ہے، ص 28
۸۔ ڈاکٹر سلیم اختر، تخلیق اور لاشعور محرکات، سنگ میل لاہور، 2003ء، ص 78
۹۔ فرزانہ کوثر ملک، ص 12
۱۰۔ ایضا۔ ص 13
۱۱۔ سید ضمیر جعفری، مسافر شہر نو، جنگ پبلی کیشنز راولپنڈی، 2008ء، ص 149